دعوت دین کے نفسیاتی اصول

ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر

دین اسلام، دین حکمت ہے۔ لہذا دعوت دین میں بھی حکمت عملی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کلمہ حق کی دعوت میں صرف داعی کی ذاتی صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ دعوت کے وقت نفسیاتی نقطہ نظر سے مخاطب کی حالت کیا ہے۔ زمینوں کی طرح روحوں اور دلوں کے بھی موسم ہوتے ہیں۔ ایک داعی کا فرض ہے کہ ان موسموں سے اچھی طرح واقف ہو، جس طرح دھقان فصل بونے اور کاٹنے کے موسموں کو پہچانتا ہے۔

نفسیات مخاطب کی رعایت کے اصول:۔

پہلا اصول: دین کے آسان پہلوؤں کو اجاگر کرنا:

بسااوقات ایک ہی چیز کے مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ بعض اعتبار سے وہ چیز آسان محسوس ہوتی ہے، بعض اعتبار سے مشکل ہوتی ہے۔ اسلئے دعوت دین کے ابتدائی مراحل میں سہل و آسان پہلو کو پیش کرنا چاہئے۔ آسان پہلو پر عمل کرانے کے بعد مشکل پر عمل کروانا نفسیات شناسی کی علامت ہے۔

تعلیم و تربیت کا بھی یہی اصول ہے کہ ابتداء میں آسان و سہل نصاب ہوتا ہے۔ اسکے بعد بتدریج مشکل کی جانب پیش رفت ہوتی ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اسی نفسیاتی حکمت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا "**بشروا ولا تنفروا، یسروا ولا تعسروا**" (مسلم کتاب الجہاد ۱۲/۴۰) خوشخبریاں سناؤ، متنفر نہ کرو۔ آسانیاں اجاگر کرو سختیاں پیدا نہ کرو۔

اور آپ علیہ السلام نے امت اسلامیہ کے داعیوں کو یہی فارمولا پیش کیا "**انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین**" (بخاری کتاب الوضوء ۱/۳۸۶) تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔

ان فرامین نبویہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ دعوت دین میں یسر (آسانی) کا پہلو زیادہ اجاگر رکھنا چاہئے۔ یعنی ترغیب کا پہلو زیادہ واضح ہو، ترھیب کا ذرا کم۔ بالفاظ دیگر امر کا پہلو زیادہ غالب ہو نہی کا پہلو ذرا کم ہو۔

اس اصول کا مبلغ کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے کہ اس کی سیرت و کردار سے ہی دین کی خوبیاں اجاگر ہو جائیں۔ جب اسلام کے محاسن بذریعہ کردار واضح ہو جائیں تو اسکے مقابل دیگر ادیان کی برائیاں اور خرابیاں خود بخود اس حد تک نمایاں ہو جاتی ہیں کہ داعی انہیں زبان سے بیان کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

دوسرا اصول: بدکلامی اور جارحانہ انداز سے اجتناب

ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخاطب کے اندر جاہلانہ تعصب بھڑکنے کا موقع ہرگز پیدا ہونے نہ

دے۔ ہر قوم اپنے معتقدات وروایات کے ساتھ وابستگی رکھتی ہے لہٰذا ان کے جذبات کو پیش نظر رکھا جائے۔ قرآن کریم کا خطاب ہے۔﴿ ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم کذلك زینا لکل امة عملهم﴾(الانعام ۱۰۸) مسلمانو تم ان معبودان باطلہ کو گالی مت دو جن کو مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دشمنی میں آکر لاعلمی سے اللہ پاک کو گالی دینے لگ جائیں' ہم نے اسی طرح ہر ملت کو اپنا اپنا عمل مرغوب بنا رکھا ہے"۔

یہ سد ذریعہ کے اس اصول پر مبنی ہے کہ جہاں ایک مباح کام 'اس سے زیادہ بڑی خرابی کا سبب بنتا ہو وہاں اس کا ترک راجح اور بہتر ہے۔ اسی طرح نبی پاک ﷺ نے بھی فرمایا ہے "تم کسی کے والدین کو گالی مت دو کہ اس طرح دوسرا جوابا تمہارے والدین کو گالی دے گا لہٰذا تم خود اپنے والدین کے لئے گالی کا سبب بن جاؤ گے"۔ (مسلم کتاب الایمان ۸۳/۲)

لہٰذا کسی کلمہ گو پر کفر وشرک کی نسبت کر کے جذبات کو نہیں بھڑکانا چاہئے بلکہ بہتر انداز و اسلوب اختیار کیا جائے تاکہ مخاطب ضد میں نہ آئے۔ (مزید ملاحظہ ہو سورۃ بنی اسرائیل ۵۳۔۵۵)

تیسرا اصول:۔ نرم انداز اختیار کیا جائے سخت انداز سے اجتناب کیا جائے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی﴾(طٰہٰ ۴۴) پس تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ دعوت دین کی بات کرو تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔

اللہ پاک نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بطور داعی روانہ فرماتے ہوئے تاکید فرمایا کہ نرم انداز اختیار کرنا۔ کیونکہ عموماً سختی سے لوگ بدکتے ہیں اور نرمی سے قریب آتے اور متاثر ہوتے ہیں۔

ایک عالم دین خلیفہ ہارون الرشید کے پاس حاضر ہوا اور کہا اے امیر المومنین میں آپ کی برائیوں کو لوگوں کے سامنے سختی کے ساتھ ظاہر کروں گا اور آپ کی خوب خبر لوں گا۔ اس موقع پر ھارون الرشید نے کہا کہ آپ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ھارون علیہما السلام کو فرعون کے ساتھ نرم گفتگو کا حکم دیا ہے۔ آپ (داعی) حضرت موسیٰ اور ہارون سے افضل نہیں اور میں (ہارون الرشید) فرعون سے بدتر نہیں ہوں۔

چوتھا اصول: دعوت میں اختصار سے کام لینا

جس طرح طبیب مریض کے مرض اور اسکی قوت برداشت دونوں کا معائنہ کر کے علاج تجویز کرتا ہے۔ مریض کیلئے اسکی برداشت سے زیادہ دوائی تجویز کرنا حکمت کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ ہر شخص کو اسکی ضرورت کے مطابق نصیحت فرماتے تھے۔ (بخاری کتاب الجہاد ۵/۶) کسی کو آپ ﷺ نے نماز کی تاکید فرمائی۔ کسی کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کسی کو آپ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "الحب فی الله و البغض فی الله" افضل عمل ہے۔ کسی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جھوٹ نہ بولنا۔

لہٰذا کم سے کم نصیحت کی جائے تاکہ قابل عمل ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اسکو صرف

فرائض کی پابندی کی تاکید کی جائے ایسا نہ ہو کہ آپ فرائض کے ساتھ سنتوں اور نفلی عبادات کی بھی تاکید کر کے اسے متنفر کرنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وقرانا فرقنه لتقرا ه علی الناس علی مکث و نزلناه تنزیلا﴾ (بنی اسرائیل ۱۰۶) اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں۔ اور ہم نے اسکو نہایت اہتمام سے اتارا ہے۔

پانچواں اصول: موقع و محل کا لحاظ رکھنا

ایک داعی حق کو نامناسب موقع پر دعوت دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔ جب مخاطب اعتراض و نکتہ چینی پر کمربستہ ہو تو اس وقت بھی داعی کو دعوت نہیں دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿واذا رایت الذین یخوضون فی أیاتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره﴾ (الانعام ۶۸) جب تو ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔

اس آیت کریمہ میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن حکم امت مسلمہ کے ہر فرد کیلئے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک تاکیدی حکم ہے جسے قرآن حکیم نے متعدد جگہ بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو سورۃ النساء ۱۴۰) اس سے ہر وہ مجلس مراد ہے جہاں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو یا عملاً ان کا استخفاف کیا جا رہا ہو یا اہل بدعت و اہل زیغ اپنی تاویلات رکیکہ اور توجیہات باطلہ کے ذریعے آیات الٰہیہ کو توڑ مروڑ رہے ہوں۔ ایسی مجالس میں غلط باتوں پر تنقید کرنے اور کلمہ حق بلند کرنے کی نیت سے تو شرکت جائز ہے 'بصورت دیگر یہ شرکت سخت گناہ اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ لہذا داعی کو الزامی جواب کا انداز اختیار کرنا نہیں چاہیے۔ صرف مدلل مجادلہ بالاحسن کا طریقہ اپنانا چاہیے۔

چھٹا اصول:۔ مخاطب کو تھکانا نہیں چاہیے

مخاطب کو مستعد و تیار پائے تو خطاب کیا جائے۔ وہ بھی اسکی استعداد کے مطابق ہو۔ ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰنؓ میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ فرمایا کریں۔ انہوں نے جواب دیا میں ایسا صرف اس خیال سے نہیں کرتا کہ کہیں تم بیزار نہ ہو جاؤ۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں ناغہ کر کے نصیحت فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم بوریت محسوس نہ کریں۔ (بخاری کتاب العلم ۱/۱۹۷)۔

حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا "لوگوں کو ہر جمعہ کے روز وعظ کیا کرو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتہ میں دوبار۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو تین بار۔ لوگوں کو اس قرآن سے بیزار نہ کرو۔ اور میں تمہیں اس حال میں نہ دیکھوں کہ تم کسی جماعت کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی اور کام میں مشغول ہوں 'اسی حال میں تم ان کو وعظ سنانا شروع کر دو اور اسکا نتیجہ بیزاری ہو۔ بلکہ تمہیں چاہیے کہ خاموش رہیں 'اور جب لوگ فرمائش کریں تو ان کو سناؤ تاکہ وہ شوق سے

سنیں۔(بخاری کتاب الدعوات ۱۱/۱۴۲ا۔۱۴۳)

ساتواں اصول:۔دلچسپی کا خیال رکھنا

داعی کے لئے اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ دعوت کی خشکی و یک رنگی' اسکی بلا ضرورت تکرار اور اسکے بے فائدہ طول بیان سے سننے والے اکتاہٹ اور بے توجہی کے شکار نہ ہوں۔

نبی کریم ﷺ کے خطبے مختصر ہوا کرتے تھے۔(نسائی ۱۰۸/۳) آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ جب نصیحت کرو تو مختصر کرو' آپ ﷺ نے اختصار کو دانشمندی بھی قرار دی ہے۔(مسلم ۱۵۸/۶) نبی کریم ﷺ کے تمام خطبات و مواعظ کو اگر کوئی شخص ٹھہر ٹھہر کر پڑھ لے تو ایک خطبہ دو' تین یا پانچ منٹ کا ہوتا ہے' کوئی بھی خطبہ سات منٹ سے زیادہ کا نہیں ہے مولانا محمد جوناگڑھی نے "خطبات محمدی" مع اردو ترجمہ چھاپا ہے اس میں سینکڑوں خطبے ہیں جو نہایت ہی مختصر ہیں۔

لہذا داعی کو اسوہ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

آٹھواں اصول: خاص مواقع کو تبلیغ کے لئے غنیمت سمجھنا

موقع محل کو پیش نظر رکھ کر دعوت کا کام کرنا چاہئے۔اسکا بہترین نمونہ ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت میں ملتا ہے۔

سورۃ یوسف آیت ۳۶۔۴۱ پر نظر دوڑائیے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو آدمی جیل میں داخل ہوتے ہیں۔۔دونوں خواب دیکھتے ہیں انہیں خواب کی تعبیر معلوم کرنے کا شوق ہوتا ہے۔انہیں قید خانہ میں ہر اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام ہی ایسے آدمی نظر آتے ہیں جن کی طرف اس غرض کے لئے وہ رجوع کر سکتے ہیں۔چنانچہ بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ وہ اپنے خواب ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام اس موقعہ پر یہ نہیں کرتے کہ انہیں صرف خواب کی تعبیر بتا کر رخصت کر دیں یا ان کے جذبہ عقیدت سے فائدہ اٹھا کر ان پر اپنی شخصیت و بزرگی کا رعب جمانے کی کوشش کریں اور اس سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہیں۔بلکہ وہ ان کے اس التفات کو غنیمت سمجھ کر وہی دعوت ان کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جو ان کے دل سے لگی ہوتی ہے۔

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

آپ نے سوچا کہ اس بہترین موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔حاجت مند اپنی ضروریات کی وجہ سے جو بھی بات کی جائے اسکو سنتا ہے۔حضرت یوسف کے نزدیک دعوت دین کے مقابلہ میں اور کوئی بات اہم نہیں تھی۔

داعی پر ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اہم مشورہ طلب کرنے آئے یا کوئی ضرورت براری کے لئے درخواست دے یا اور کسی صورت میں تعاون مانگتا ہو تو ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھا کر دعوت دی جائے۔کسی کو خط لکھے یا کسی مریض کی

عیادت کرے یا کسی مصیبت زدہ کو صبر کی تلقین کرنے کا موقع ملے تو ان مواقع پر بھی دین کی دعوت ہی پیش کرے۔

بعض علماء و مشائخ کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کی علمی و عملی صلاحیت سے متاثر ہو جائے تو وہ اپنے ذاتی مفادات اس سے وابستہ کرتے ہیں۔ان کی مثال اس مکڑی کی طرح ہے جو اپنے ارد گرد جالا تن کر مکھیوں کے انتظار میں بیٹھی رہتی ہے اور جب کسی مکھی کو پاس آتے دیکھتی ہے تو جوش نشاط سے ناچنے لگتی ہے کہ ایک فربہ شکار ہاتھ آیا۔نسال الله العافية

نواں اصول: مخاطب کی علمی و سماجی حیثیت کا خیال رکھنا

داعی کے لئے مخاطب کے مرتبے اور حیثیت کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ہر شخص کو اسکی سمجھ کے مطابق اور مرتبہ کے لحاظ سے دعوت دی جائے۔ایک لاٹھی سے سب کو ھانکنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿ولا تجادلوا اهل الكتب الا بالتي هي احسن الا الذين ظلموا منهم و قولوا امنا بالذى انزل الينا و انزل اليكم و الهنا و الهكم و احد و نحن له مسلمون﴾۔(العنکبوت ۴۶)اور اہل کتاب سے بحث و مباحثہ کرنے میں صرف اچھا اسلوب ہی اختیار کرو۔ مگر ان میں سے جنہوں نے زیادتی کی (انہیں حسب موقع الزامی جواب بھی دے سکتے ہو)اور تم لوگ یہ اعلان کر دو کہ ہم نے اس کتاب پر ایمان لایا جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو تمہاری طرف نازل ہوئی تھی۔ دراصل ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم تو اسی کے تابع فرمان ہیں۔

یہاں جس احسن طریقہ سے اہل کتاب سے مباحثہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس کی صورت بیان کر دی ہے کہ وہ جن پہلوؤں سے تمہارے ہم مرتبہ ہیں یا جو امور ان کے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں ان کا اقرار کرو تاکہ انکے اور تمہارے درمیان نفرت کے بجائے انس اور دوری کے بجائے قرب پیدا ہو جائے۔ اسکے بعد ان سے مطالبہ کرو کہ ان مسلمہ حقائق سے جو باتیں لازم آتی ہیں ان میں بھی وہ تمہارے ساتھ متفق ہو جائیں۔اسی طریقہ دعوت سے مخاطب یہ دیکھے گا کہ نہ داعی اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھ رہا ہے اور نہ اپنی دعوت کو کسی نئی دریافت کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے بلکہ اس دعوت میں جتنا حصہ مخاطب کا ہے اس کا صاف لفظوں میں اقرار کر رہا ہے۔اس کا نفسیاتی اثر یہ ہو گا کہ وہ اس پر غور کرنے کی طرف مائل ہو گا اور اگر وہ متعصب، معاند اور ہٹ دھرم نہ ہو تو اسکو قبول بھی کرے گا۔

اگر اس کے بجائے اہل علم و فضل سے بھی تحقیر آمیز طریقے پر خطاب کیا جائے تو قدرتی طور پر ان لوگوں کی عزت نفس مجروح ہو گی جو داعی ہی کی طرح علم اور کتاب کے مدعی ہیں اور یہ چیز قبول دعوت کی راہ میں شدید مزاحمت پیدا کرے گی۔(امین احسن اصلاحی: دعوت دین اور اسکا طریق کار)۔

دسواں اصول: اگر مخاطب عناد و ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو اس سے اعراض کیا جائے

ایسی صورت میں داعی کو بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اگر مخاطب داعی کی کسی دلیل پر ایسا معارضہ کر بیٹھے جو بالکل

واضح دھاندلی ہو' تب بھی اس کے پیچھے پڑکر ردوکد کے بجائے موضوع سخن بدل کرکسی اور طریقہ سے دلیل پیش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربه ان اتاہ الله الملك اذ قال ابراھیم ربی الذی یحیی و یمیت قال انا احیی و امیت قال ابراھیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر و الله لا یھدی القوم الظالمین﴾(البقرۃ ۲۵۸) کیا آپ نے نہیں دیکھا جس نے سلطنت پاکر ابراھیم(علیہ السلام) سے جھگڑا کیا جب انہوں نے فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔وہ کہنے لگا میں ہی جلاتا اور مارتا ہوں۔ابراھیم نے کہا بیشک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے' تو مغرب سے لے آ۔اس پر وہ کافر بھونچکارہ گیا۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جو دلیل پیش کی تھی وہ معترض کے معارضہ سے ذرا بھی مجروح نہیں ہوئی تھی۔وہ چاہتے تو اس پر بہت کچھ فرماسکتے تھے لیکن مخاطب کی نفسیات کا اندازہ کر لینے کے بعد اگر وہ اس پر مزید اصرار فرماتے تو یہ چیز اس طریقے کے بالکل خلاف ہوتی جسکی تلقین قرآن نے فرمائی ہے ﴿ادع الی سبیل ربك بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلھم بالتی ھی احسن﴾(النحل ۱۲۵) اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور انکے ساتھ اس طریقہ سے بحث کرو جو پسندیدہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص اور حکمت کے ساتھ دین کی طرف دعوت دینے کی توفیق عطا کرے۔(آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆

اقوال زریں

1- غرور کو کم کر لینا سب سے بڑی دولت ہے۔
2- کامیابی ان لوگوں کو ملتی ہے جو کامیابی پر یقین رکھتے ہیں۔
3- جس گھر میں قرآن مجید نہ ہو وہ گھر قبرستان ہے۔
4- حد سے زیادہ تمنائیں انسان کو اندھا کر دیتی ہیں۔
5- برے لوگ اچھی باتوں میں بھی برائی تلاش کر لیتے ہیں۔
6- خاموش انسان پہاڑ کی طرح بارعب ہوتا ہے۔
7- گناہ کے بے شمار پرزے ہوتے ہیں۔لیکن جھوٹ ایک ایسا آلہ ہے جو ان سب کو جوڑ دیتا ہے۔
8- سنی سنائی باتوں پر اعتبار کرنا سب سے بڑی بے وقوفی ہے۔

(منشی محمد ابراھیم جلیل شریفی یگوی)